قسم کھاوے کہ اس حدیث کے تمام الفاظ[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہین اور تمام الفاظ وحی الٰہی سے ہین تو اس قسم کھانے مین وہ جھوٹا ہوگا اور خود حدیثونکا تعارض جو اون[2] مین واقع ہے صاف دلالت کر رہا ہے کہ وہ مقامات تحریف[3] سے خالی نہین ہین پھر کیون کر کوئی مومن یہ اعتقاد رکھ سکتا ہے کہ حدیثین روایتی ثبوت کی رو سے قرآن کریم کے ثبوت سی ہم پلہ ہین کیا آپ یا کوئی اور مولوی صاحب ایسی راے ظاہر کر سکتی ہین کہ ثبوت کے رو سی جس مرتبہ پر قرآن کریم ہے اسی مرتبہ پر حدیثین بھی ہین۔ پھر جبکہ آپ خود مانتے ہین کہ حدیثین

---

[1] تمام الفاظ کے بعینہا منقول ہونے کا کون مدعی ہوا ہے؟ ہان یہ دعوی ہے کہ صحیحین کی جملہ احادیث مرفوعہ متصلہ صحیح ہین سو اسپر قسم کہانے سے کوئی شخص جھوٹا نہین ہوتا (چنانچہ عنقریب اسکا ثبوت ناظرین کو ہماری تحریر ۸ مین ملیگا) آپنے تمام الفاظ کی قید لگا کر اس قسم کو جھوٹھ بنانا چاہا اور مسلمانون کو دہوکہ دیا ہے

[2] و [3] دعوی تعارض کا جواب تو ہماری تحریر ۸ مین موجود ہے۔ اس تعارض سے جو آپ نے تحریف کا نتیجہ نکالا ہے وہ صریح اور صاف اقرار ہے کہ آپ جملہ احادیث صحیحین کو صحیح نہین جانتے بلکہ اونکی بعض احادیث مین وضع و تحریف واقع ہونے کے قائل ہین۔ یہ بخاری مسلم پر آپکا دوسرا کھلم کھلا حملہ ہے۔ اہلحدیث جو آپ کو اہل حدیث سمجھکر آپکے پنجہ مین پھنسے ہوئے ہین آپ کے اس دعوی تحریف کو ایمان و انصاف سی دیکھین تو آپ کو منکر صحت احادیث صحیحین جان لین اور آپ کے اس اقرار کو کہ "مین بسر و چشم صحیحین کو مانتا ہون اور صحیح بخاری کو بعد کتاب اللہ اصح الکتب یقین کرتا اور واجب العمل جانتا ہون" جسکو آپ اونکی پرائیویٹ مجلسون اور اشتہار یکم اگست مین ظاہر کر چکے ہین۔ کذب و نفاق سمجھ لین۔ آپکا یہ اقرار تب صحیح اور ولی ہو سکتا ہے۔ جبکہ آپکے

حملہ ۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

اپنی روایتی ثبوت کی رو سے اعلیٰ[1] مرتبہ ثبوت سے گری ہوئے ہین اور غایت کار مفید ظن ہین تو آپ اس بات پر کیون زور دیتے ہین کہ اسی مرتبہ یقین پر انہین مان لینا چاہئے جس مرتبہ پر قرآن کریم مانا جاتا ہے۔ پس صحیح اور سچا طریق تو یہی ہے کہ جیسے حدیثین صرف ظن کے مرتبہ تک ہین بجز چند حدیثون کے تو اسیطرح ہمین اونکی نسبت ظن کی حد تک ہی ایمان رکھنا چاہئے اور ہر ایک مومن خود سمجھ سکتا ہے کہ حدیثون کی تحقیقات روایتی نقص[2] سے خالی نہین۔ کیونکہ اونکی درمیانی راویونکی چال چلن وغیرہ کی نسبت ایسی تحقیقات کامل[3] نہین ہو سکے اور نہ ممکن تھی کہ کسیطرح شک باقی نہ رہتا۔ آپ خود اپنے

[illegible] اس اقرار کے مخالف یہ تصریحات آپکے کلام مین نہ پائی جائین یا ان تصریحات سے آپ رجوع کا اشتہار دین۔

[1] مرتبہ اعلیٰ ثبوت وصحت کا جو قرآن کو حاصل ہے اسکا ادعا تو احادیث صحیحین کی نسبت کسی نے نہین کیا۔ ہان مرتبہ قرآن کے بعد جو اعلےٰ مرتبہ صحت ہے اوسیکا دعویٰ احادیث صحیحین کے حق مین ہمنے کیا ہے اور وہی اہل اسلام مین مسلم ہے اور طرفہ یہ کہ آپ بھی منافقانہ طور پر اشتہار یکم اگست مین اسکو مان چکے ہین۔

پھر اسمقام مین صحیحین کی احادیث کو اعلیٰ مرتبہ صحت سے گری ہوئی کہنا کیونکر صحیح ہے اقرار و تسلیم اشتہار یکم اگست منافقانہ نہین ہے تو اس مقام کے دعویٰ سقوط احادیث صحیحین کو واپس لین ورنہ مسلمان آپکے اوس اقرار کو یقیناً نفاق سمجھینگے۔ یہ آپکا احادیث صحیحین پر تیسرا حملہ ہے۔ حملہ ۳

[2] اس تحقیق کو آپکا ناقص کہنا اپنے عقل کے نقصان کا اظہار ہے اور اس اعتقاد نقصان کے ساتھ آپکا اشتہار یکم اگست مین صحیحین کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہنا نفاق نہین تو کیا ہے۔ یہ آپکا صحیحین پر چوتھا حملہ ہے۔ حملہ ۴

[3] ہو سکتی کیا ہو چکی ہے مگر آپ اس کوچہ سے محض نابلد ہین ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔

اسلام تو کہتے ہیں کہ احادیث کی نسبت بعض اکابر کا یہ مذہب ہوا ہے کہ ایک موضوع صحیح حدیث کو بالعلم تحی صحیح ٹھہرا سکتا ہے اور ایک موضوع حدیث کو بالعلم تحی صحیح ٹھہرا سکتا ہے۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جبکہ یہ حال ہے کہ کوئی حدیث بخاری یا مسلم کی بذریعہ کسی کشف کے موضوع ٹھیر سکتی ہے تو پھر کیونکہ ہم ایسی حدیثوں کو ہم پایۂ قرآن کریم مان لینگے لہٰذا یہ تو ہمارا ایمان ہے کہ ظنی طور پر بخاری اور

ہمارا یہ مضمون کہتا ہے حضور یاد رکھیں ہو

ملہ اشاعۃ السنۃ میں نہ یہ تصریح ہے کہ بعض اکابر (شیخ اکبر) نے یہ بات اتفاقی احادیث صحیحین کی نسبت کہی ہے۔ اور نہ یہ تصریح ہے۔ کہ ان اکابر کی رائے سے صاحب اشاعۃ السنۃ کو اتفاق ہے۔ بلکہ اشاعۃ السنۃ میں صاف تصریح ہے کہ صاحب اشاعۃ السنۃ کو قول شیخ اکبر سے اتفاق نہیں ہے چنانچہ ہماری تحریر میں اس بیان کی تصدیق موجود ہے اور اس قول شیخ اکبر کا صحیح محل وہی اشاعۃ السنۃ معلوم ہوتی ہے جنکی صحت میں اختلاف ہے۔ لہٰذا اس عبارت اشاعۃ السنۃ کو اس مقام میں پیش کرنا مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے۔

ملہ یہ صاف اقرار ہے کہ آپ کشف کے ذریعہ سے احادیث صحیحین کو موضوع ٹھہرانے کے مدعی ہیں اب آپ کی صحت احادیث صحیحین سے منکر ہونے میں کیا کسر رہگئی ہے۔ یہ احادیث صحیحین پر مزا کا پانچواں حملہ ہے۔

کہاں ہیں وہ اہلحدیث جو قادیانی کو اہلحدیث سمجھتے اور پیر و مرشد خیال کرتے ہیں۔ وہ قادیانی کے اس دعویٰ کو دیکھیں اور پھر انصاف سے کہیں کہ اہلحدیث میں کوئی اور بھی ایسا ہے کہ جو بخاری مسلم کی حدیثوں کو بذریعہ کشف موضوع ٹھہراتا ہو۔ اگر کہو کہ تم اور شیخ اکبر یہ بات کہہ چکے ہو تو اسکا جواب ابھی دیا گیا ہے کہ یہ محض کذب ہے۔ یہ بات نہ ہمنے کہی ہے نہ شیخ اکبر نے فرمائی ہے۔ چنانچہ ہماری تحریر

مسلم کی حدیثین بڑے اہتمام سے لکھی گئی ہین اور غالباً اکثر انمین صحیح ہونگی لیکن کیونکر ہم اس بات پر حلف اوٹھا سکتے ہین کہ بلاشبہ وہ ساری حدیثین صحیح ہین جبکہ وہ صرف ظنی طور پر صحیح ہین نہ یقینی طور پر تو پھر یقینی طور پر اونکا صحیح ہونا کیونکر مان سکتے ہین۔ الغرض میرا مذہب یہی ہے کہ البتہ بخاری اور مسلم کی حدیثین ظنی طور پر صحیح ہین مگر جو حدیث صریح طور پر انمین سے بائن ومخالف قرآن کریم کے واقع ہوگی وہ صحت سے باہر ہو جائیگی

میں تشریح ہو چکی ہے۔ احادیث بخاری مسلم بذریعہ کشف موضوع ٹھہر سکین تو پھر دنیا مین کوئی ایسی حدیث نہوگی جو کشف سے موضوع نہو سکے اس صورت مین کشف حدیث سے بڑھکر ہوا۔ اور یہ مسئلہ مسلک کشف والہام غیر نبی کا کتاب اللہ وسنت پر عرض کرنا ضروری ہے بالجمل ہوا جسکے اہلحدیث کیا کوئی اہل اسلام قائل نہین۔

۱۱ غالباً اور اکثر کی قید مین بتا رہی ہین کہ آپ بعض احادیث صحیحین کو نہین مانتے اور اس مقام مین آپ نے صاف وصریح بھی کہدیا ہے کہ ہم کیونکر حلف اوٹھا سکتے ہین کہ وہ ساری صحیح ہین۔ یہ احادیث صحیحین پر قادیانی کا چھٹا حملہ ہے۔ قادیانی کو اہلحدیث وقائل احادیث صحیحین جاننے والو! ایک تو اقرار کرو کہ وہ اہل حدیث نہین اور وہ بعض احادیث صحیحین کی صحت کا منکر ہے۔

۱۲ احادیث صحیحین کو مخالف ومعارض قرآن ٹھہراکر صحت سے خارج کرنے کا جواب دیا گیا ہے۔ کہ یہ محض مغالطہ ہے اور کوئی حدیث صحیح قرآن کے مخالف نہین ہوتی۔ اور اسکی زیادہ تفصیل ہماری تحریر سلسلہ مین ہوگی۔ اس قول مین قادیانی نے احادیث صحیحین پر سات قرآن حملہ کیا۔ اور یہ بتادیا ہے کہ وہ جملہ احادیث صحیحین کو صحیح نہین جانتا۔ قادیانی کو اہلحدیث اور قائل صحت صحیحین بننے

تو بخاری اور مسلم پر وحی تو نازل نہیں تھی بلکہ جس طریق سے اونہوں نے حدیثوں کو جمع کیا ہے اس طریق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہ وہ طریق ظنی ہے اور انکی نسبت یقین کا ادعا کرنا ادعای باطل ہے دنیا مین جو اسقدر مختلف فرقے اسلام مین خاصکر مذاہب اربعہ ان چاروں مذہبون کے امامون نے اپنے عملی طریق سے خود گواہی دیدی کہ یہ احادیث ظنی ہین چنانچہ بخاری اور مسلم کی بہت سی حدیثین امام اعظم صاحب نے چھوڑ دی ہین۔ اور اسمین کچھ شک نہین کہ اکثر حدیثین اونکو معلوم ہونگی مگر

والے اسکے اس انکار کو انصاف سے دیکھکر بھی اسکو قائل صحت صحیحین کرینگے؟

۱؎ چاروں امام احادیث صحیحین کے جمع ہونے کے وقت کہان تھے۔

قادیانی کی اتباع مین ایک ذرہ بھی فہم و انصاف کا مادہ ہو تو اسی ایک بات پر اسکی بے علمی یا دھوکہ بازی کے قائل ہو کر اسکی اتباع سے دست بردار ہو جائین۔

یہ کیا ہے آیندہ دھوکون کو حاشیہ نمبر ۲ وغیرہ مین دیکھو۔

۲؎ یہ دونو لفظ صاف بتا رہے ہین کہ قادیانی کو حضرت امام اعظم صاحب کے وقت مین احادیث صحیحین کے موجود ہونے اور امام صاحب کو انپر مطلع ہونے کا دعوی ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ احادیث صحیحین وہی احادیث کہلاتی ہین جو ان دونو کتابون مین موجود ہون اور ان دونو کے مصنفون (امام بخاری و امام مسلم) کے واسطہ سے آنحضرت تک پہنچی ہون۔ اور جس حدیث کی سند و روایت مین امام بخاری و امام مسلم کا واسطہ نہو وہ بخاری مسلم کیحدیث نہین کہلا سکتی۔ لہذا امام اعظم صاحب کے وقت مین ان کتب کی احادیث کے موجود ہونے و امام صاحب

اونکی راے مین وہ حدیثین صحیح نہین تھین۔ بہلا آپ فرماوین کہ اگر کوئی شخص بخاری کی کسی حدیث سے انکار کرے کہ صحیح نہین ہے جیسا کہ اکثر مقلدین انکار کرتے ہین۔ تو کیا وہ آپ کے نزدیک کافر ہو جائیگا[1]۔ پھر جس حالت مین وہ کافر نہین ہو سکتا تو آپ کیونکر ان حدیثون کی روایتی[2] ثبوت کے رو سے یقینی[3] ٹھرا سکتے ہین

[2] ایسا ہی قادیانی کی تحریر مین لفظ کی ہے

کو ان احادیث کے ملجانے کا دعوے کرنا بعینہ یہ دعوی کرنا ہے۔ کہ یہ دونو کتابین امام صاحب کے وقت مین موجود تہین۔

ناظرین اس دعوی قادیانی کو یاد رکھین اور جو ہماری تحریر نمبر ۸ کے اس اعتراض کے جواب مین کہ "آپ نہین جانتے کہ امام اعظم کب ہوئے اور صحیح بخاری کب لکھی گئی" آپ نے لکھا ہے کہ "مینے یہ کب کہا ہے کہ امام اعظم کے وقت مین صحیح بخاری موجود تہی" اسکو پڑھنے اور دیکھنے کے وقت قادیانی کے کذب وجرأت ومغالطہ کا اندازہ کرین۔

[1] تحریر نمبری ۸ مین ہمنے ثابت کر دیا ہے کہ مقلدین مذاہب اربعہ کسی حدیث صحیحین کی صحت کے منکر نہین۔ اور انکی مخالفت بعض احادیث صحیحین سے اختلاف رای وفہم معانی وتاویل وترجیح پر مبنی ہے۔ صرف ایک آپ مسلمان پھر اہلسنت پھر اہل حدیث کہلا کر بعض احادیث صحیحین کی صحت سے بعد اتفاق اہلسنت انکاری ہوئے ہین اور صرف اس انکار کی نظر سے آپکو کافر نہین کہا گیا۔ ہان اسکا چھوٹا بہائی فاسق اور مبتدع تو ضرور کہا جائیگا۔ ہماری تحریر نمبر ۸ مین حضرت شاہ ولی اللہ وغیرہ محدثین کے اقوال ملاحظہ ہون۔

[3] احادیث صحیحین کو ایسا یقینی کون کہتا ہے کہ انکے انکار سے کفر لازم آئے۔ جمہور علماء بظن غالب انکو صحیح جانتے ہین۔ اور امام ابن الصلاح اور انکے ہم خیال نظری

صورت دوسری نہیں ہین تو اس حالت مین اگر ہم کسی حدیث کو قرآن کریم کے مخالف پینگے اور صریح طور پر دیکھ لین گے کہ وہ قرآن کریم سے صریح طور پر مخالف ہے اور کسی طور سے تطبیق نہین دے سکینگے تو کیا ہم ایسی صورت مین قرآن کریم کی اس آیت کو ساقط الاعتبار کردین گے یا اسکی کلام الٰہی ہونے کی نسبت شک مین پڑینگے کیا کرینگے آخر یہی تو کرنا ہوگا کہ اگر ایسی حدیث کسی طور سے کلام الٰہی سے تطبیق نہین کہا جائیگی تو اسکو بغیر خوف زید اور عمرو کے دشمنی قرار دینگے۔ بلاشبہ آپکا نور قلب اس بات پر شہادت دیتا ہوگا کہ صحیحین

یقینی کہتے ہین۔ لہذا انکے انکار سے فاسق اور مبتدع ہونا لازم آتا ہے۔ اور اس سے بڑھکر کسیکو دعوٰی نہین ہے۔

۱ ایک حدیث صحیح دوسری حدیث صحیح کے مخالف نہین ہوتی پہ جائیکہ مخالف قرآن ہو۔ حدیث صحیح کو قرآن کے مخالف قرار دینا ان ہی لوگون کا کام ہے۔ جو اس حیلہ سے حدیث صحیح کو موضوع بنانا چاہتے ہین جیسا کہ آپنے کیا ہے۔ آپ بار بار احادیث صحیحین کو مخالف قرآن ٹھہراکر ساقط الاعتبار بناتے ہین۔ اور اپنا منکر احادیث ہونا ثابت کر رہے ہین جسکا جواب بھی آپکو کئی بار دیا گیا ہے۔ یہ آپکا احادیث صحیحین پر آٹھوان حملہ ہے۔

۲ بلاخوف زید و عمرو کیون کہتے ہین۔ بلاخوف خدا کہین۔ بار بار احادیث صحیحین کو مخالف و معارض قرآن کہنے سے آپکی غرض بھی تھی کہ ان احادیث کو موضوع قرار دین سو آپنے حاصل و ظاہر کی ہے۔ اور آپ کے منہ سے یہ بات صاف نکل گئی کہ بخاری و مسلم کی احادیث کو آپ موضوع کہینگے۔ یہ آپکا احادیث صحیحین پر نوان حملہ ہے۔

اپنے روایتی ثبوت کے رو سے کسی طور سے قرآن کریم سے مقابلہ نہین کر سکتین - اسی وجہ سے گو وہ وحی الٰہی ہی ہون نماز مین بجاے کسی سورت کے انکو نہین پڑہ سکتے[1] - اور ایک نقص حدیثون مین یہہ بھی ہے - کہ بعض حدیثین اجتہادی[2] طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہین اسی وجہ سے اونمین باہم تعارض[3] ہو گیا ہے جیسا کہ ابن صیاد کے

قادیانی کو اہلحدیث و قائل صحت احادیث صحیحین جاننے والو! - اس لفظ کو پڑھو اور بتلاؤ کہ اب بہی اسکو اہلحدیث کہو گے؟ اور صحیحین کی صحت ماننے والا جانو گے۔

[1] اسکا نتیجہ بجز اسکے اور کیا ہو سکتا ہے - کہ حدیث عین قرآن اور وحی متلو نہین - نہ یہہ کہ حدیث واجب العمل نہین اور یہ تو ہمنے بھی نہین کہا کہ حدیث عین قرآن ہے اور بجاے قرآن اسکو نماز مین پڑہ سکتے ہین - صرف یہی کہا ہے کہ حدیث قرآن کی مانند واجب العمل ہے - پھر اس بات کے کہنے سے بجز دھوکہ دہی عوام کیا فائدہ متصور ہے -

[2] لفظ اجتہاد سے جو مراد اپنی تحریر نمبر ۵ مین بیان کی ہے اوس مراد سے احادیث متعلقہ ابن صیاد دجال اجتہادی نہین ہو سکتین - اسکی تفصیل حواشی تحریر قادیانی نمبر ۵ و ۸ مین ہو گی -

[3] ۱ و ۲ و ۳ صفحہ آیندہ

احادیث صحیح مسلم مین وجود تعارض کا دعوے کرنا (جو آپکے نزدیک موضوع ہونے کی دلیل ہے) احادیث صحیح مسلم پر دسوان کہلم کہلا حملہ ہے - اور اس تعارض کا ادعا محض کذب ہے - جس حدیث مین ابن صیاد کو دجال کہا گیا ہے وہ حدیث تیمم داری کے مخالف و معارض نہین - اور نہ کسی اور حدیث صحیح کی معارض ہے -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اسپر

دجال معہود ہونے کی نسبت جو حدیثون[عہ] مین اون حدیثون سے صریح اور صاف طور پر معارض ہین جو گرجا والے دجال کی نسبت ہین جس کا راوی تمیم داری ہے۔ اب ہم ان دونو حدیثون مین سے کس حدیث کو صحیح سمجھین دونو حضرت مسلم صاحب کی صحیح مین موجود ہین۔ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت یہان تک وثوق پایا جاتا ہے کہ حضرت عمر[۱] رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو قسم کھا کر بیان کیا کہ دجال معہود یہی ہے۔ تو آپ چپ رہے ہرگز انکار نہین کیا۔ اور ظاہر ہے کہ نبی کا قسم کہانے کے وقت مین چپ رہنا گویا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قسم کہانا ہے۔ اور پھر ابن عمر[۲] رضہ کی حدیث مین صریح اور صاف لفظون مین موجود ہے کہ انہون نے قسم کہا کر کھا کہ مسیح دجال معہود یہی ابن صیاد ہے۔ اور پھر جابر[۳] رضہ نے بھی قسم کھا کر کھا کہ دجال معہود یہی ابن صیاد ہے۔ اور آنحضرت[۴] صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ بھی فرمایا کہ مین اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت ڈرتا ہون۔ پھر ایک اور حدیث

قسم نہین کھائی کہ ابن صیاد دجال موعود ہے اور نہ آنحضرت نے اس مضمون کی قسم پر سکوت کیا۔ اونکی قسم اور آنحضرت ؐ کا سکوت تو صرف ابن صیاد کو دجال کہنے پر تھا۔ جسکے معنے یہ کئے گئے ہین کہ ابن صیاد منجملہ اون تیس دجالون کے ایک دجال ہے جنکے خروج کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تہی۔ ایسا ہی حضرت جابر رضہ کا ابن صیاد کو دجال کہنا ہے۔ اسمین بہی یہ تصریح نہین کہ ابن صیاد دجال موعود ہے رہا حضرت ابن عمر رضہ کا ابن صیاد کو مسیح دجال کہنا سو یہ حضرت ابن عمر رضہ کا اپنا قول موقوف ہے جو حدیث مرفوع تمیم داری وغیرہ کا معارض نہین ہو سکتا

عہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آپنے نقل کیا ہے کہ آپنے فرمایا ہے کہ مین ابن صیاد کے دجال موعود ہونیسے ڈرتا ہون۔ یہ ایک سفید جھوٹھ ہے جسکا ثبوت آپ سے طلب کیا گیا تو اخیر تحریر تک کچھ نہ بتایا اور جو کہا اوسمین افترا سے کام لیا ہے۔ تحریرات فریقین ملتوی ہے ملاحظہ ہون

عہ ایسا ہی اصل تحریر قادیانی مین لفظ حدیثون ہے۔

مسلم مین ہے جسمین لکھا ہے کہ صحابہ کا اسپر اتفاق ہو گیا تھا کہ دجال معہود ابن صیاد ہی ہے۔ لیکن فاطمہ بنت قیس کی حدیث تمیم داری والی جو اسی مسلم مین موجود ہے صریح اسکے مخالف ہے۔ اب ہم ان دونو دجالون مین سے کسکو دجال سمجھین۔ صدیق حسن صاحب

نقیض مدعی مفید مطلب ہے

۵ ۱ آپکا یہ دعوے بھی محض کذب ہے۔ کہ مسلم کی ایک حدیث مین لکھا ہے کہ صحابہ کا اسپر اتفاق ہو گیا تھا کہ دجال موعود ابن صیاد ہی ہے۔ صحیح مسلم مین اس مضمون کی کوئی حدیث موجود نہین۔ قادیانی سے اسکا ثبوت طلب کیا گیا۔ تو اسنے بھی کوئی پتہ نہین دیا جس سے اسکا دعوے ثابت ہو جو کہ اسی اسکا اور بھی کذب ثابت ہوا۔ اسکا مفصل بیان ہماری تحریر نمبر ۷ مین ہے۔

۵ یہ محض کذب و افترا ہے اور یہ قادیانی اور اوسکی اتباع و احباب کے دجال و کذاب ہونے پر ایک روشن دلیل ہے۔ نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم نے ابن صیاد کے دجال ہونے کے باب مین صحابہ سے دو قول نقل کر کے فتح الباری شرح صحیح بخاری سے احادیث جابر بن عبداللہ و عبداللہ ابن عمر و ابو سعید خدری و تمیم حضرت عمر رضہ بحضور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نقل کر کے ہین۔ پھر صفحہ ۱۱ مین صاحب فتح الباری حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے کہ یہ احادیث اسباب مین نص (یعنے بیان واضح) ہین کہ ابن صیاد دجال معہود ہے۔ پھر نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابن صیاد کے باب مترددرہنا (یعنے حضرت عمر رضہ کو ارادہ قتل ابن صیاد کے وقت یہ فرمانا کہ اگر ابن صیاد دجال موعود ہے تو تجھے اسکے قتل پر قدرت نہوگی۔ اور اگر یہ اوسکا ہے تو اسکا قتل کرنا

... ...

ہین اور تمیم داری کی حدیث کو اپنی کتاب آثار القیامہ مین ضعیف قرار دیتے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

غیر ابن صیاد ست زیرا کہ قصہ تمیم داری متاخر ست از قصۂ ابن صیاد پس ہمچو* ناسخ باشد برای او و نیز وقت اخبار آنحضرت ص بآنکہ دجال در بحر شام یا بحر یمن لا بلکہ از طرف شرق بر آید ابن صیاد در مدینہ بود پس اگر وی دجال می بود می فرمود کہ وی در مدینہ ست و نتوان گفت کہ این صرف بآن جہت نفرمود کہ مبادا او را بکشند و خبر داد بانجام کار او زیرا کہ قتل شخصی قبل از اجل او نمے تواند شد۔ و مقدر آنست کہ قاتل وی نبی خدا عیسے بن مریم علیہ السلام ست و اگر ہم چنین مے بود بیان نمی کرد آنحضرت ضئقی* خوارج را"

اس مضمون آثار قیامت اور عبارت نواب صاحب مرحوم کو قادیانی اور اسکا کذاب دوست دیکھکر شرمندہ نہون تو بجز لعنۃ اللہ علی الکٰذبین ۰ کیا کہا جائے۔ مضمون و عبارت مذکور صاف پکار رہی ہے۔ کہ نواب صاحب مرحوم ؒ نے ابن صیاد کے دجال ہونے کو ترجیح نہین دی اور نہ حدیث تمیم کی تضعیف کی ہے۔

* ہمچو ناسخ یعنے ناسخ کی مانند یعنے اسکو بے اعتبار کرنے والا یہ اسلئے کہا ہی کہ حقیقۃً نسخ اخبار مین نہین ہوتا۔ ناسخ کی مانند اسلئے ہوا کہ اس روایت تمیم نے ان روایات کو جنسے اسکے خلاف کا وہم پیدا ہوتا تھا بے اعتبار وکان لم یکن کر دیا۔ حاشیۃ الحاشیہ

** ضئقی بمعنے اصل۔ یہ کلمہ بعض خارجیون کے حقمین آپنے فرمایا تھا۔ کہ اسکے اصل یعنے نسل سے ایسے لوگ پیدا ہونگے جو دین سے خارج ہونگے حاشیۃ الحاشیہ

[illegible] مصیبت [illegible] جگہ ہے یہ نہین کہ ایک ہی کتاب مین جو بعد [illegible] مکتب [illegible] ہے وہ متعارض حدیثین ہین جب کہ ہم ایک کو صحیح مانتے [illegible] ماننا پڑتا ہے۔ ماسوا اسکے تمیم داری کی حدیث مین صاف

---

۱۱ آپکا یہ رونا اور اظہار مصیبت و ماتم کرنا اس امر کا صریح اقرار ہے۔ کہ آپ صحیح مسلم ان احادیث کو جنمین ابن صیاد اور دجال کا ذکر ہے باہم متعارض و متخالف جانتے ہین۔ اور بناءً علیہ حدیث تمیم داری کو جسمین ابن صیاد کے سوا کسی اور شخص کو دجال کہا گیا ہے غلط و موضوع قرار دیتے ہین۔ اس تعارض اور غلطی کا آپ یقین نہ رکھتے تو یہ رونا نروتے اور ماتم نکرتے بلکہ یقین اور وثوق کے ساتھ یہ کہتے کہ ان سب احادیث مین ایک ہی دجال ابن صیاد مراد ہے۔ لہذا یہ سب احادیث باہم متوافق اور صحیح ہین۔ آپکا ایسا نہ کہنا اور برخلاف اسکے ان احادیث کے تعارض پر توجہ کرکے ایک حدیث تمیم داری کو غلط قرار دینا صاف یقین دلاتا ہے۔ کہ اس حدیث کو آپ غلط و موضوع جانتے ہین یہ احادیث صحیح مسلم پر آپ کا گیارہوان حملہ ہے۔

قادیانی کو اہلحدیث جاننے والے آپ کے اس ماتم کو دیکھین اور پھر انصاف سے کہین کہ آپ صحت احادیث صحیحین کے قائل ہین یا منکر اور اشتہار یکم اگست مین آپکا اقرار تسلیم احادیث صحیحین دلی اقرار ہے یا منافقانہ اظہار۔ آپ کی اس مصیبت پر جسپر آپ رونا روتے ہین تعزیت کیجاتی ہے۔ کہ یہ مصیبت آپکی خیالی مصیبت ہے نہ واقعی مصیبت۔ کیونکہ واقع اور حقیقت [illegible] حدیث مین اور ان احادیث مین جنمین ابن صیاد کو دجال کہا گیا ہے [illegible] تعارض نہین۔ حضرت عمر و حضرت جابرؓ نے تو ابن صیاد کے

لفظون مین لکھا ہے کہ وہی دجال جو تمیم داری نے دیکھا تھا کسی وقت خروج کرے گا۔ لیکن اسی مسلم کی حدیثین صاف صاف ظاہر کر رہی ہین کہ سو برس کے عرصے تک کوئی شخص زندہ نہین رہیگا۔ بلکہ پہلی حدیث مین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کہا کر بیان فرمایا ہے کہ اس وقت سے سو برس تک کوئی جاندار زمین پر زندہ نہین رہیگا۔ اب اگر ابن صیاد اور گرجا والا دجال جاندار اور مخلوق ہین تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ مر گئے ہون۔ اب یہ دوسری مصیبت[1] ہے کہ دونو حدیثون کے صحیح ماننے سے پیش آتی ہے۔ آپ فرماوین کہ ہم کیونکر ان دونو کو باوجود سخت تعارض کے صحیح[2] مان سکتے ہین۔ پس اب بجز اسکے اور کیا راہ ہے کہ ہم ایک حدیث کو غیر صحیح[3] کہین غرض کہانتک

دجال معہود ہونے کا ذکر ہی نہین کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اسکو مسیح دجال کہا ہے سو یہ اونکا قول موقوف ہے۔ جو حدیث مرفوع تمیم داری کا معارض نہین ہوسکتا چنانچہ حواشی صفحہ ۲۳۷ مین بیان ہوا۔ پھر یہ مصیبت کیا ہے اور یہ رونا کیسا

[1] و [2] و [3] یہ مصیبت پر مصیبت کا اظہار اور سخت تعارض احادیث صحیح مسلم کا اشتہار اور عدم تسلیم صحت احادیث ایک جانب کا اقرار صاف اقبال ہے کہ آپ صحیح مسلم کی حدیث تمیم داری کو صحیح نہین جانتے اور جو اشتہار یکم اگست مین تسلیم صحت کا اقرار کرتے ہین وہ منافقانہ اقرار ہے آپکا دلی اعتقاد یہی ہے جو بار بار آپ کے مونہہ پر آتا ہے۔ یہ آپکا احادیث صحیح مسلم پر بارہوان حملہ ہے۔ قادیانی کو اہلحدیث جاننے والے ایمان و انصاف کو کام مین لاکر کہین کہ وہ صحیح مسلم کی جملہ احادیث کو صحیح جانتا ہے؟ ہرگز نہین۔ اس مصیبت بار دوم پر دوبارہ آپکی تعزیت کیجاتی ہے۔ کہ یہ مصیبت بھی آپکے خیالی مصیبت ہے نہ واقعی مصیبت

[illegible]

[illegible] ہے کہ سو برس کے بعد زمین پر کوئی [illegible] کی معارض و مخالف نہین ہے۔ ان احادیث مین [illegible] زمین عرب کا جو اسوقت تک پیدا ہو چکے تھے حال وفات بیان ہوا ہے کل زمین کے ساکنین کا یا ساکنین بحر و جزائر کا اور حدیث تمیم داری مین جس دجال کا قرب قیامت تک زندہ رہنا بیان ہوا ہے وہ عرب کی زمین مین نہین بلکہ سمندر کے ایک مشرقی جزیرہ مین ہے۔ پہر ان احادیث مین اور حدیث تمیم داری مین تعارض کہان ہوا۔ آن احادیث مین زمین سے خاص کر زمین عرب کا مراد ہونا ایسا ہے جیسا کہ آیہ منقولہ حاشیہ مین زمین سے محاربین کا وطن مراد ہے

انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ان یقتلوا او یصلبوا ان تقطع ایدیہم وارجلہم من خلاف او ینفوا من الارض [illegible] ۵

اور اس زمین سے نکالدینے سے انکا جلاوطن کرنا مراد ہے

محدثین کرام ان احادیث کے یہی معنے کرتے ہین اور بناءً علیہ ان احادیث کے حکم سے حضرت خضر و حضرت عیسیٰ اور ملائکہ علیہم السلام اور ابلیس علیہ اللعنۃ کا مستثنے ہونا بیان فرماتے ہین۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین فرمایا ہے کہ ان (سو برس والی) احادیث سے بعض شاذ و نادر محدث لوگون نے حضرت خضر کی موت پر استدلال کیا ہے۔ مگر جمہور محدثین انکو زندہ سمجھتے ہین۔ اور ان احادیث کے یہ معنے بیان

[illegible] احتج بہذہ الاحادیث من شذ من [illegible] خضر علیہ السلام میت والجمہور [illegible] فضائلہ ویتاولون

کرتے ہین کہ (ان مین زمین کے باشندون کا حال بیان ہوا ہے) اور حضرت خضر دریا مین رہتے تھے

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

جسقدر بعض احادیث مین تعارض

هذه الاحاديث على انه كان على الغير لا على الارض او انها عام مخصوص (شرح مسلم ص۳۱۱ ج ۱-)

یا ان احادیث مین عام لوگونکا حال بیان ہوا ہے جنسے حضرت خضر کے مخصوص و مستثنے ہین۔

اور قسطلانی نے شرح بخاری مین فرمایا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

لا يبقى ممن هو على ظهر الارض احد ممن تروننا او تعرفونه عند مجيئه او المراد ارض التي شاء بعاد منهلت كجزيرة العرب المشتمل على الحجاز تقا او يغفر من الارض اى بعض الارض التي صدرت الجناية فيها فيسخ ال الاستغراق وبهذا يندفع قول من استدل بهذا الحديث على دوس الخضر م كالموالف او يحتمل ان يكون الخضر غير هذه الارض المعهودة ولئن سلمنا ان اكل الاستغراق فقد لم احد هم يحتمل ان ذلك بعد الارض الجن الانس والحيوانات يدخلها التخصيص باذن قرينة (قسطلانی ص۱۰۰ ج ۱-)

اس قول سے کہ کوئی پشت زمین پر نہ ہے گا یہ مراد ہے کہ جنکو تم دیکھتے ہو یا جب وہ تمہارے سامنے آوین تو تم اسکو پہچان لو وہ لوگ فوت ہو جائینگے۔ یا یہ مراد ہے کہ اس زمین کے لوگ فوت ہو جائین گے جسمین آپ پیدا ہوے۔ اور نبی ہو کر آئے یعنے جزیرہ عرب جسمین حجاز۔ تہامہ نجد۔ تینون حصہ شامل ہین (اس صورت) مین یہ قول نبوی ایسا ہے جیسا یہ قول خدا وندی ہے۔ کہ عاد ہین زمین سے نکال دیے جائین۔ جس سے یہ مراد ہے کہ وہ اس زمین سے نکالے جاوین جسمین انکے جرم بغاوت صادر ہوا ہو۔ اس صورت مین الف و لام استغراق کے لیے نہین ہے۔ یعنی جو تمام حصص زمین کو شامل ہو

[illegible] مخالف پایا جاتا ہے

[illegible] ان محدثین کا قول جو اس حدیث سے حضرت خضرؑ کی موت پر استدلال کرنے مین [illegible] ہوتا ہے۔ کیونکہ انکے جواب مین یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اسوقت حضرت خضرؑ زمین عرب مین نہ تھے اور اگر ہم یہ بہی بطور فرض مان لین کہ یہ الف لام استغراق کے لئے ہے تو پہر یہ کہہ سکتے ہین کہ حضرت خضرؑ اس سے مستثنے ہین"

عینی نے شرح بخاری مین کہا ہے۔ کہ اس حدیث مین زمین سے

وقیل اراد النبی صلعم بالارض البلدة التی هو منها وقال تعالی الم تکن ارض الله واسعة یرید المدینه۔ (عینی شرح بخاری)

وہ شہر (مدینہ) مراد ہے جسمین آن حضرت صلعم موجود تھے۔ چنانچہ اس قول خداوندی سے کہ کیا خدا کی زمین فراخ نہ تھی۔ مدینہ مراد ہے۔

بخاری کی بعض شروح مین ہے۔ کہ اس حدیث مین زمین کا لفظ کہنے سے

قوله ظهر الارض احتراز عن الملائکه وعیسی علیهم السلام واحتج به البخاری وغیره علی موت خضر۔ والجمهور علی خلافه واجابوا بانه عام مخصوص ببعض او کان فی البحر ولا یعترض [illegible] وما روت لانهما لیسا [illegible] فی ابلیس قال العینی [illegible] من هو علی

ملائکہ اور حضرت عیسیٰ جدا ہوئے۔ بخاری نے اس حدیث سے حضرت خضر کی وفات پر استدلال کیا ہے مگر جمہور محدثین اسکے مخالف ہین اور وہ کہتے ہین کہ یہ ایک عام بات فرمائی ہے جس سے حضرت خضرؑ مخصوص ہین۔ یا یہ کہ اسمین زمین والونکا حال بیان ہوا ہے۔ اور

اوس کے بیان کرنے

ظهر الارض امته امة اجابة كانت او دعوة و عيسى و خضر ليسا داخلين في الامة والشيطان ليس من بني آدم (هامش بخاری ص۸)

حضرت خضر دریا مین ہین۔ ہاروت و ماروت کے موجود ہونے سے بہی بیان اعتراض نہین پڑتا کیونکہ وہ دونو بشر نہین۔ ایسا ہی ابلیس کے موجود ہونے پر اعتراض کا جواب ہے۔ عینی نے کہا ہے کہ بہت باوجہ جواب یہ ہے اس حدیث مین آنحضرت ؐ نے اپنی امت کا حال بیان کیا ہے۔ اور حضرت عیسےٰ و حضرت خضر اس امت سے نہین ہین۔ اور شیطان جو موجود ہے تو وہ بنی آدم سے نہین ہے۔

قادیانی نے اپنے اس قول کی شرح مین زبانی یہ تقریر کی تہی کہ یہ بات کہ سو برس کے بعد کوئی جاندار زمین پر نرہیگا۔ آنحضرتؐ نے سوال قیامت کے جواب مین فرمائی تہی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث مین قیامت قائم ہونے اور تمام زمین کے زندہ اشخاص کے مرجانے کی خبر دی گئی ہے۔

یہ بات آپنے اپنے خسر دوم منشی ناصر نواب کو بہی زبانی کہی تھی اور اسکی تصدیق کے لئے مشکوٰۃ کے صفحہ ۴۷۲ مین ایک حدیث دکہاکر اسکا مطلب یہ سمجہایا تھا کہ آنحضرت ؐ سے لوگون نے وقت قیامت سے سوال کیا تو آپنے یہ فرمایا کہ سو برس کے بعد زمین پر کوئی نرہیگا۔ اس کے بعد زبانی تقریر مین قادیانی صاحب نے فرمایا تہا کہ اس قول نبوی سے زمین سے کوئی خاص زمین مراد ہو تو یہ قول سوال قیامت کا جواب نہین بنتا۔ کیونکہ کسی ایک زمین کے زندہ اشخاص کے فوت ہوجانے سے قیامت کا قائم ہونا ثابت نہین ہوسکتا۔ قیامت تب ہی

کے لئے تو ایک

[illegible] جسکو تمام [illegible] زندہ نہ رہے۔

اس تقریر مین قادیانی نے مسلمانان حاضرین مجلس اور اپنی **دام افتادہ خسر بیچارہ منشی ناصر نواب** کو **دھوکا دیا** اور اس دہوکہ سے اپنا دجال ہونا خوب ثابت کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ سو برس کے بعد کوئی جاندار نفس زمین پر نرہیگا۔ سوال قیامت کا جواب ہرگز نہین ہے۔ یہ قول سوال قیامت کا جواب ہوتا تو پھر کیا ممکن تھا کہ سو برس کے بعد کوئی زمین پر زندہ رہتا اور آنحضرت ؐ کی پیشین گوئی مین تخلف ہوتا۔ اور قیامت کا ہنگامہ برپا نہوتا ہرگز نہین۔ یہ قول تو آپنے سوال قیامت کے جواب سے اعراض وانکار کرکے فرمایا تھا۔ لوگون نے آپ سے وقت قیامت سے سوال کیا۔ آپنے جواب مین وقت قیامت سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور صاف فرمادیا کہ وقت قیامت کا علم تو مجھے نہین ہے۔ یہ علم تو خدا تعالےٰ ہی سے مخصوص ہے۔ ہان مین یہ بات قسم سے کہتا ہون کہ جو لوگ آج کے دن تک زمین پر موجود ہوچکے ہین وہ سو برس کے بعد زندہ نرہین گے۔

اصل حدیث یہ ہے جو صحیح مسلم کے صفحہ ۳۱۰ مین ہے اور وہی حدیث مشکوٰۃ مین بصفحہ ۴۷۲ منقول ہے۔ عن جابر بن عبد اللہ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل ان یموت بشہر تسالونی عن الساعۃ وانما علمہا عند اللہ واقسم باللہ ما علی الارض من نفس منفوسۃ تاتی علیہا مائۃ سنۃ وہی حیۃ یومئذٍ۔

رسالہ چاہیئے

اسحدیث کا مطلب وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہین۔ اس حدیث سے آنحضرت ؐ کا مقصود یہ ہے کہ آپ کے اہل قرن (ہم عصر لوگ) سو برس تک گزر جائینگے نہ یہ کہ تمام دنیا کے لوگ سو برس تک مرجائینگے۔ اور قیامت برپا ہوگی۔ چنانچہ اسی کتاب صحیح مسلم مین حضرت ابن عمر رضہ سے مروی ہے۔ کہ لوگ جو اسمین سو برس کے بعد قیامت آنے کی باتین کرتے ہین اسمین وہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام کے معنے سمجھنے مین غلطی کر رہے ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا تھا کہ جو آجتک پیدا ہو چکے ہین وہ سو برس کے بعد نہ رہینگے جس سے آپکا مقصود یہ تھا کہ آپ کا قرن سو برس کے بعد گزر جائے گا۔

قال ابن عمر فوهل الناس في مقالة رسول الله صلى الله عليه وسلم تلك فيما يتحدثون من هذه الاحاديث عن مائة سنة وانما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يبقى ممن هو اليوم على ظهر الارض احد يريد بذلك ان يخرم ذلك القرن۔ (صحیح مسلم ص۳۱۶)

یہ قول ایک جلیل الشان صحابی (ابن عمر رضہ) کا ہی سہو اب مین نص ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول سوال قیامت کا جواب نہین تھا۔ اور اس سے قیامت برپا ہونے کی خبر دینا مقصود نہ تھا۔ بلکہ بیان انقضاء قرن مقصود تھا۔ اور جب اس قول سے جواب سوال قیامت مقصود نہوا تو پھر اس سے تمام زمین کے زندہ اشخاص کا فوت ہوجانا مراد ٹھہرانا ضروری نہوا۔ کیونکہ یہ قول قادیانی اسی صورت مین ضروری تھا جبکہ یہ قول سوال قیامت کا جواب ہوتا۔ اور اس سے قیامت ہونے کی خبر دینا مقصود حضرت رسالت ہوتا۔

مگر اس جگہ

لفظ قرن کو (جسکے گزر جانے کا بیان بقول حضرت ابن عمر مقصود حضرت رسالت تھا) دیکھا جائے تو اس سے بھی تمام زمین کے لوگوں کا مراد ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت ؐ کے اہل قرن وہی لوگ کھلائے جو آپ سے شرف صحبت و ملاقات رکھتے تھے نہ تمام دنیا کے لوگ

حدیث مشہور خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم میں آنحضرت ؐ نے اپنے قرن والوں کو بہترین اہل زمانہ فرمایا ہے۔ پھر انکو جو انکے قریب ہوں پر انکو جو انسے متصل ہوں۔ اور اس قول سے ان تینوں زمانوں کے تعامل علم کو حجت ٹھہرایا ہے۔ کیا اس حدیث میں ان تین زمانوں کے تمام دنیا کے لوگوں کو (یورپ میں ہوں خواہ ایشیا میں یا امریکہ و چین وغیرہ میں) آنحضرت ؐ نے بہتر کہا اور ان کو تعامل کو حجت ٹھہرایا ہے۔ ہرگز نہیں۔

مجمع البحار جلد سوم کے صفحہ ۱۶۰ میں ہنا بہ جزری سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت

قرنہ اصحابہ علی الصحیح وقیل قرنہ ما بقیت عین رأته والثانی ما بقیت عین رأت من رآه والثالث کذلك	کا قرن بنا بر قول صحیح آپکے اصحاب تھے بعض کا قول ہے کہ آنحضرت کا قرن اسوقت تک ہے کہ آپ کو دیکھنے والی آنکھ رہے۔ دوسرا قرن اسوقت تک ہے کہ آپکو دیکھنے والوں کو دیکھنے والی آنکھ رہے۔ ایسا ہی تیسرا قرن ہے۔

مجمع البحار

مجمع البحار جلد ثالث کے صفحہ ۱۲۷ میں طیبی سے نقل کیا ہے

[illegible]	کہ انکا قرن آپ کے اصحاب تھے۔

اسی قدر کافی ہے

والثالث ابناء ابنائهم وقيل كل طبقة مقترنين في وقت الى الصحيح ان قرنه اصحابه والثاني التابعون والثالث تابعوهم وقد ظهر ان مدة ما بين البعثة الى آخر من مات من الصحابة مائة وعشرون بالتقريب وان نظر الى وفاته كان مائة اما قرن التابعين فان اعتبر من سنة مائة كان نحو خمسين فظهر ان مدة القرن مختلف باعتبار اعمار اهل كل زمان۔ واتفق ان آخر اتباع التابعين من عاش الى عشرين ومائتين وفيه ظهر البدع ظهورًا فاشيًا واطلقت المعتزلة السنتها ورفعت الفلاسفة رؤسها

دوسرا قرن اونکے بیٹے۔ تیسرا قرن اونکے پوتے۔ بعض کا قول ہے قرن وہ لوگ ہین جو کسی وقت مین ملے ہون۔ مگر صحیح یہ تفسیر ہے کہ آنحضرت کا قرن آپ کے اصحاب ہین۔ دوسرا قرن تابعین کا۔ تیسرا قرن تبع تابعین کا۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ آنحضرت ؐ کے مبعوث (نبی) ہونے کے وقت سے آخری صحابی کی موت تک تقریبًا ایکسو بیس برس ہوتے ہین اور اگر آنحضرت کے سال وفات سے (جس سے ایک مہینہ پیشتر آپنے وہ قول سو برس تک کسی کے زندہ نرہنے کا فرمایا تھا چنانچہ صحیح مسلم مین بصفحہ ۳۱۰ اور مشکوۃ مین بصفحہ ۴۷۱ تصریح ہے) حساب کیا جاوے تو ایک سو برس ہوتے ہین تابعین کا قرن اس سو برس کے بعد سے شمار کیا جائے تو تقریبًا اور ستر برس تک ختم ہوتا ہے۔ اور تبع تابعین کا قرن اسکے بعد سے شمار کیا جائے تو تقریبًا اور پچاس برس تک ختم ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ قرن ہر ایک زمانہ والون کی عمر کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے۔ اور اسپر اتفاق ہے کہ آخری تبع تابعین

[illegible] حدیثین روایت کے طور سے
[illegible] خیال کرتا ہون کہ مین

[illegible] زندہ رہا ہے۔ اسکے بعد بدعت وفساد کا عام شیوع
ہو گیا۔ معتزلہ نے زبان کو کھولا۔ فلاسفہ نے سر اٹھایا وغیرہ وغیرہ۔"

ان عبارات کی شہادت سے صاف ثابت ہے کہ آنحضرت ص کے
قرن سے جسکے گذر جانے کی بقول حضرت ابن عمر آنحضرت نے اس قول مین
خبر دی تھی صحابہ مراد ہین۔ جو عرب وغیرہ بلاد کی زمین مین رہتے تھے آنحضرت
نے اس قول مین ان ہی کے فوت ہو جانے کی خبر دی تھی نہ تمام دنیا کے لوگونکی۔
آپ کے قرن سے سارے دنیا کے لوگون کو مراد ٹھرایا جائے تو آنحضرت کی
اس حدیث مشہور مین جو لفظ قرن وارد ہے اس سے بہی تمام دنیا کے لوگ مراد
لینا اور انکا بہتر ہونا اور انکے تعامل کا حجت ہونا لازم آئیگا جس کا کوئی مسلمان
قائل نہین ہو سکتا۔ **اس بیان سے** ثابت ہے کہ قادیانی فن حدیث
سے ناواقف ہو کر ناحق دخل در معقولات دیتا ہے۔ اور احادیث صحیحہ کے غلط
معنے کر کے انکو باہم متعارض ٹھراتا اور مسلمانون کو دہوکہ وضلالت مین ڈالتا ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول سو برس والا واقع مین حدیث دجال
کی متعارض نہین اور دجال کے موجود ہونے کی نفی کرتا۔

ے جملہ احادیث کو یقینی الثبوت کہنے کا جواب بارہا دیا گیا۔ ان مین
[illegible] بہی ظاہر کیا گیا۔ آپ بار بار اسی بات کا اعادہ
[illegible] بحث کا ارتکاب عمل مین لاتے ہین جسکی پانچوین
[illegible]

آپکے سوال کا پورا پورا جواب دے چکا ہوں۔ کیونکہ جس حالت میں یہ ثابت ہو گیا کہ صدہا بین بوجہ اپنی ظنی حالت اور تعارض اور دوسری وجوہ کے یقین کامل کے مرتبہ پر نہیں ہے اس لئے وہ بجز شہادت و موافقت قرآن کریم یا عدم خلاف اسکے حجت فرعی کے طور سے کام میں نہیں آسکتیں اور قانون روایت کے رو سے اونکا وہ پایہ ہرگز تسلیم نہیں ہو سکتا جو قرآن کریم کا پایہ ہے۔ سو بالفعل اسی قدر لکھنا کافی ہے۔

۷۔ جولائی مرزا غلام احمد ۱۸۹۱ء

ختم نمبر ۵۔ از جانب اکسار

آپنے میرے سوال کا جواب پھر بھی صاف نہیں دیا۔ اور یہ فرمایا کہ احادیث کا قانون روایت بجز اس عقلی پیمانہ کے کہ موافق قرآن ہو تو مقبول ورنہ مردود یعنی بیہودہ ہے کیا ہے اور اصول روایت کے رو سے احادیث صحیحین صحیح ہیں یا نہیں

۱ پورا چھوڑ ادھورا جواب بھی نہیں دیا۔ اور نہیں بتایا کہ احادیث صحیحین اصول روایت کے رو سے صحیح ہیں یا سب کے سب غیر صحیح یا بعض صحیح بعض موضوع۔ ہمارے سوال کا یہی جواب تھا جسکا کوئی حصہ بھی آپ کی تمام کلام میں پایا نہیں جاتا۔ پورا جواب کہاں۔

۲ احادیث صحیحین کا واجب العمل ہونا باوجود ظنی تسلیم ہونے کے شرط توافق قرآن کریم سے مشروط نہیں۔ وہ احادیث بلا احجت قرآن واجب العمل ہیں۔ اور کوئی حدیث صحیحین قرآن شریف کے مخالف نہیں۔

۳ یہ ہمیشہ یہودا کنے کہا۔ اور کس سے اس سوال کیا۔ یہ پہلی دفعہ آپنے بحث سے خروج کیا۔ کہ ایک ایسے امر سے تعرض کیا جس سے بحث و سوال نہ تھا۔

کہ آپکے کلام سے یہ مفہوم[1] ہوتا ہے کہ آپ کسی حدیث کو بخاری و مسلم کی کیون نہو صحیح و لائق قبول نہین جانتے جبتک کہ اوسکا مطابق قرآن ہونا ثابت نہو۔ و بنا علیہ اُن کتب کی احادیث کی نسبت یہ عام حکم نہین لگاتے کہ وہ صحیح ہین یا موضوع ہین۔ اور نہ یہ تفصیل و تشقیق کر سکتے ہین کہ فلان حدیث صحیح ہے فلان موضوع بجز احادیث متعلقہ ابن صیاد و دجال جنکی ایک جانب کو آپ موضوع جانتے ہین۔ آپکے کلام کا یہی مطلب ہے تو آپ صرف[2] ہان کہدین اور اوس کے ساتھ یہ بھی بیان فرماوین کہ اس اعتقاد و بیان مین سلف صالحین سے آپکا

---

[1] ہمارے اس اظہار مفہوم پر بعض دجاجلہ اتباع قادیانی نے اعتراض کیا ہے۔ کہ جب تمکو اس مفہوم کا علم و اعتراف ہے تو پھر کیون کہتے چلے گئے ہو کہ ہمارے سوال کا جواب نہین دیا۔ اس کے جواب دو ہین۔ اول یہ کہ اس مفہوم کی نسبت قادیانی نے اسی مقام مین یہ سوال کیا گیا "ہماری کلام کا یہی مطلب ہے تو صرف ہان کہدو" تو اسنے اسکے جواب مین ہان نہین کہا۔ لہذا سوال و استفسار کا حق رہا۔

جواب دوم یہ کہ یہ مفہوم قادیانی کے لفظ لفظ سے ٹپک رہا ہے۔ مگر ہم اس سے صاف اقرار کرانا چاہتے تھے۔ اور عوام اہل حدیث پر جو اسکو اہل حدیث اور قائل صحت صحیحین جانکر اسکے پنجہ مین پھنسے ہوئے ہین اسکا منکر صحت صحیحین ہونا اسکے اقرار سے ثابت کرنا پیش نظر رکھتے تھے۔ سو اگرچہ اسنے یہ صریح اقرار نہین کیا۔ مگر بار بار کا مفہوم و اشارہ بھی صریح اقرار کے مانند ہو جاتا ہے۔ اسیوجہ سے ہمنے تحریر نمبر ۸ مین اسکو یقیناً منکر صحت صحیحین ٹھرا دیا اور اسپر جو حکم مناسب تھا لگایا۔

[2] یہ وہی سوال ہے جسکا ذکر حاشیہ سابق مین ہے۔ قادیانی نے اسکا جواب صاف

کون امام ہے۔ اور آپ سے پہلے کون اسکا قائل۔ اسکا مطلب کچھ اور ہے تو وہ بیان کرین نمبر ۲۔ آپنے یہ بھی بیان کیا کہ تم کتب احادیث کا مرتبہ صحت قرآن کے برابر سمجھتے ہو۔ اسکی نسبت یہ سوال ہے کہ میرے کس لفظ سے آپنے یہ مطلب سمجھا ہے نمبر ۳۔ آپنے یہ دعوی کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض احادیث جہاد کی فرمائی ہین۔ اس سے آپکا یہ مقصود ہے کہ وہ وحی الٰہی نہین ہے یا کچھ اور ہے یہی ہے تو فرمایئے کہ احادیث متعلقہ ابن صیاد اسی قسم جہاد کی سے ہین یا نہین۔ نمبر ۴۔ آپنے لکھا ہے کہ صحابہ کا اس پر اجماع تھا کہ ابن صیاد دجال معہود ہے اس پر کتب حدیث مین کہان شہادت پائی جاتی ہے۔ جس سے اجماع ثابت ہو۔ مگر اسکے ساتھ یہ بھی بیان کرین کہ اجماع کی حقیقت کیا ہے۔ نمبر ۵۔ آپ نے دعوی کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن صیاد کی نسبت فرمایا ہے۔ کہ مین اسکے دجال معہود ہونے سے ڈرتا ہون۔ کتب حدیث مین اسکا کہان ذکر ہے۔

نمبر ۶۔ آپ نے جو مضمون اشاعۃ السنۃ سے نقل کیا ہے۔ اسکی تصحیح نقل کرین اور اس کے ساتھ یہ بھی بیان کرین کہ اس امر کی نسبت مین نے اپنا اعتقاد کیا ظاہر کیا ہے ان سوالات کا آپ جواب دین گے تو آپ کو طولانی جواب پر مفصل بحث ہوگی بلا حصول جواب سوالات مذکورہ اوپر تفصیلی بحث نہین ہو سکتی۔

۲۱ جولائی ابوسعید محمد حسین ۹۱ء

نہین دیا۔ اور "گمان" قلم و منہ سے نہ کہا۔

۵ ناظرین خیال کرین کہ ہمنے کس اعتقاد بیان مین قادیانی کے امام کا نام دریافت کیا ہے۔ اور قادیانی نے جواب مین کس مسئلہ مین اپنے لئے امام کا غیر ضروری ہونا بتایا ہے

تحریر نمبر ۵ - از جانب قادیانی

میری طرف سے مکرر گذارش یہ ہے کہ ائمہ حدیث جس طور سے صحیح اور غیر صحیح حدیثونمین فرق کرتے ہین اور جو قاعدہ تنقید احادیث انہون نے بنایا ہوا ہے وہ تو ہر یک پر ظاہر[1] ہے۔ کہ وہ راویون کی حالات پر نظر ڈالکر باعتبار انکے صدق یا کذب اور سلامت فہم یا عدم سلامت اور باعتبار انکے قوت حافظہ یا عدم حافظہ وغیرہ امور کے جنکا ذکر اس جگہ موجب تطویل[2] ہے کسی حدیث کو صحیح یا غیر صحیح ہونے کی نسبت حکم دیتے ہین۔ مگر انکا کسی حدیث کی نسبت یہ کہنا کہ یہ صحیح ہے اسکے یہ معنے نہین ہین کہ وہ حدیث من کل الوجوہ مرتبہ ثبوت کامل[3] تک پہونچ گئی ہے جسمین امکان غلطی کا نہین بلکہ انکا مطلب صحیح کہنے سے صرف اسقدر ہوتا ہے کہ وہ بخیال انکے ان آفات اور عیوب سے

---

[1] محدثین پر ظاہر ہونے مین کیا شک ہے۔ مگر آپ پر تو وہ قاعدہ تنقید ایسا مخفی ہے جیسے شب پر آفتاب۔ آپکے الفاظ "سلامت فہم وغیرہ" جنکی پیچھے کر (تحریر نمبری ۸) مین آپنے تاویل کی ہے بتا رہی ہین۔ کہ آپ اس کوچہ مین کبھی نہین گزرے۔

[2] موجب تطویل نہ کہئے یہ فرمائیے ہمکو انکا علم نہین۔ مگر یہ تب ہو جبکہ آپ کو بے ریائی و اخلاص سے کوئی تعلق ہو۔ یہان تو تمام سلسلہ کی بنا ہی بناوٹ [illegible] اور نمایش پر ہے۔ پھر لاعلمی کا اقرار کیونکر ہو۔

[3] [illegible] ثبوت عمل کے لئے کافی ہے وہ تو کامل و مکمل احادیث صحیحین کو حاصل ہے۔ [illegible] غلطی [illegible] محض دھوکہ ہے۔ عمل کے لئے یہ امر ضروری نہین ہے [illegible] امکان غلطی واجب العمل ہے۔

بہ ہر لت جو غیر صحیح حدیثون مین پائے جاتے ہین اور ممکن ہے کہ ایک حدیث باوجود صحیح ہونے کے پھر بھی واقعی[1] اور حقیقی طور پر صحیح نہو۔ غرض علم حدیث ایک ظنی علم ہے جو مفید ظن ہے۔ اگر کوئی اسجگہہ یہ اعتراض کرے کہ اگر احادیث صرف مرتبہ ظن تک محدود ہین تو پھر اس سے لازم آتا ہے کہ صوم و صلوۃ و حج و زکوۃ وغیرہ اعمال جو محض حدیثون کے ذریعہ سے مفصل طور پر دریافت کئے گئے ہین وہ سب ظنی ہون تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بڑے دھوکہ کی بات ہے کہ ایسا سمجھا جائے کہ یہ تمام اعمال محض روایتی طور پر دریافت کئے گئے ہین۔ وبس بلکہ انکے یقینی ہونے کا یہ موجب ہے کہ سلسلہ تعامل[2] ساتھ ساتھ چلا آیا ہے۔ اگر فرض کرلین کہ یہ فن حدیث دنیا مین پیدا نہوتا پھر بھی یہ سب اعمال و فرائض دین سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے یقینی طور پر معلوم ہوتے۔ خیال کرنا چاہئے کہ جس زمانہ

---

[1] صحیحین کی احادیث واقعی صحیح نہون تو انکی صحت پر قسم کہانے سے کفارہ لازم آوے حالانکہ یہ کفارہ لازم نہین ہے۔ چنانچہ ہماری تحریر نمبری ۸۔ مین اسکا بیان آتا ہے ان کتابون کی صحت پر امت کا اتفاق واقعی صحت کا مثبت ہے۔ کیونکہ امت اپنے اتفاق مین معصوم ہے اسکا بیان بہی نمبری ۸۔ مین ہے۔

[2] نماز و روزہ و حج و زکوۃ وغیرہ اعمال کے اتفاقیہ ارکان گو تعامل سے ثابت و معلوم ہین۔ مگر انکی اختلافی اجزا و مسائل تعامل سے ثابت نہین۔ انکا ثبوت احادیث ہی سے ملتا ہے۔ حدیث نہو تو ان مسائل کے ثبوت کا پتہ نہ لگے۔ ان پر تعامل پایا جاتا تو انمین اختلاف واقع نہوتا۔ قادیانی جو ان سب کو تعامل سے ثابت بتاتا اور انکو یقینی ٹھراتا ہے۔ تو اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ نہ تعامل کے معنے جانتا ہے اور نہ ان اختلافات سے واقف ہے جو ان اعمال کی اجزا و مسائل مین پائے جاتے ہین۔ اسکی تفصیل بہی ہماری نمبری ۸۔ اور اسکے حواشی مین ہوگی۔

تک حدیثین جمع نہین ہوئی تہین کیا اسوقت تک لوگ حج نہین کرتے تھے یا نماز نہین پڑھتے تھے یا زکوٰۃ نہین دیتے تھے۔ ہان اگر یہ صورت پیش آتی کہ لوگ ان تمام احکام و اعمال کو یکدفعہ چھوڑ بیٹھتے اور صرف روایتون کے ذریعہ سے وہ باتین جمع کی جاتین تو بے شک یہ درجہ یقین[۲] و ثبوت تام جو اب انمین پایا جاتا ہے ہرگز نہوتا سو یہ ایک دھوکھ ہے کہ ایسا خیال کر لیا جائے کہ احادیث کے ذریعہ سے صوم و صلوٰۃ وغیرہ تفاصیل معلوم ہوئی ہین بلکہ وہ سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے معلوم ہوتے چلے آئے ہین۔ اور درحقیقت اس سلسلہ کو فن حدیث سے کچہ تعلق نہین وہ تو طبعی طور پر ہر یک مذہب کو لازم پڑا ہوا ہوتا ہے۔ اور میرا مذہب احادیث بخاری اور مسلم کی نسبت یہ نہین ہے کہ مین خواہ[۳] نخواہ انکی کسی حدیث کو موضوع قرار دون بلکہ مین ہر یک حدیث کو

---

[۱] اے ناخدا ترس مسلمانون کو دہوکہ دینے والے مفتری احادیث وہی نہین کھلاتین جو کسی کتاب مین جمع ہون اور لکہی بہی جا چکی ہون۔ صدر اول مین تو احادیث زبانی روایت کیجاتی تہین اور سینون مین محفوظ تہین۔ اور ان ہی حدیثون کی ہدایت کے موافق صدر اول کے لوگ نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ وغیرہ اعمال و ارکان اسلام بجالاتے اور کسیوقت مین وہ احادیث سے مستغنی نہین ہوئے۔ حدیث نہوتی تو اسلام کے ایک رکن پر مطلق عمل جاری نہوتا۔ تعامل کیسا اور کسکا۔

[۲] ان اعمال کے جملہ ارکان و مسائل کا یقین ثبوت آپکو ہوگا۔ مسلمان تو عموماً اون کی اختلافی تفصیلات کے لئے وہی مرتبہ ثبوت تجویز کرتے ہین جو احادیث صحیحہ کا مرتبہ ثبوت ہے۔ یعنی ثبوت بظن غالب یہی وجہ ہے کہ ان اختلافی مسائل مین ایک فریق دوسرے کی تکفیر و تفسیق نہین کرتا۔

[۳] خواہ نخواہ کیون موضوع کہینگے۔ آپ کوئی وجہ نکالکر موضوع قرار دینگے۔ مخالفت قرآن کی وجہ وجیہ آپ کو ہاتہ لگ گئی ہے۔ جس حدیث کو چاہا مخالف قرآن قرار

قرآن کریم پر پیش کرنا ضروری سمجھتا ہون - اگر قرآن کریم کی کوئی آیت صاف اور کھلے کھلے طور پر انکی مخالف نہو تو مین بسر و چشم اسکو قبول کرونگا - بلکہ اگر مخالفت بہی ہو تو کوشش کرونگا - کہ وہ مخالفت اوٹھ جاے لیکن اگر کسی طور سے وہ مخالفت دور نہ ہو سکے تو پھر البتہ کہونگا کہ اس حدیث کے بیان کرنے مین تغیر الفاظ یا پیرایہ بیان مین کچھ فرق آگیا ہوگا یا جو کچھ کسی صحابی نے بیان فرمایا ہوگا اسکے تمام الفاظ تابعی وغیرہ کے حافظہ مین محفوظ نہین رہے ہونگے - مگر ابتک تو مجھے ایسا اتفاق نہین ہوا کہ بخاری یا مسلم کی کوئی حدیث صریح مخالف قرآن مجکو ملی ہو - جسکی مین کسی وجہ سے تطبیق[1] نہ کرسکا بلکہ جو کچھ بعضی احادیث مین کچھ تعارض پایا جاتا ہی خدا تعالی نے اس تعارض کو دور کرنیکی لئے بہی میری مدد[2] فرمائی ہے -

---

دیکر موضوع قرار دیدیا - جیسا کہ احادیث متعلقہ دجال و حضرت مسیح کو آپنے مخالف قرآن و توحید قرآن قرار دیکر موضوع قرار دیدیا ہے نمبر ۴ کے صـ ۱۱۹ - ۱۲۵ - ۱۲۷ مین فتوے ملاحظہ ہو -

۱ و ۲ جس طور سے تطبیق احادیث بقرآن آپ کرتے اور اسکو خدا کی مدد سمجھتے ہین وہ صریح انکار احادیث سے بدتر ہے - آپ اگر ان احادیث کی نسبت (جنکو بزعم خود قرآن کے مخالف سمجھتے) صاف یہ کہدین کہ یہ احادیث موضوع ہین تو اس سے اسلام اور مسلمانون کا کچھ نقصان نہو - مسلمان اس دعوے موضوعت مین آپ کو مبتدع سمجھین اور ان احادیث کا موافق قرآن ہونا علماء اسلام دریافت کرلین - مگر جب ناواقف اردو خوان مسلمان آپ کی کلام مین ان احادیث کو قرآن سے تطبیق دیکھتے ہین اور ایسے ایسی معانی سنتے ہین - جو زمانۂ حضرت رسالت سے اسوقت تک کسی مسلمان کے خیال

تمام مین دعوے

مین نہین آئی تو وہ اس سے سخت گمراہ ہوتے ہین۔ اور وہ ان احادیث کے ظاہری معانی کو جو ابتدا سے آجتک مسلمانون مین متوارث چلے آئے ہین اور حقارت کی نگاہ سے دیکھکر انسے انکاری ہوجاتے ہین جسکا نتیجہ ہوگا کہ وہ رفتہ رفتہ پورے ملحد و باطنی ہوجائینگے۔ اور صوم وصلوٰۃ کی ظاہری معانی سے بھی انکار کرینگے۔ اسکی تمثیلات فتحیہ اور ریویو مین بکثرت بیان ہوئی ہین اسمقام مین ایک مثال ذکر کی جاتی ہے۔

حدیث اتفاقی صحیحین مین آیا ہے کہ مسیح آئینگے تو وہ خنازیر کو قتل کرینگے جس سے مراد یہ کہ وہ خنزیر پالنے اور اسکو کام مین لانے کو موقوف کردینگے۔ سو جو وہ خنزیرون کو قتل کا حکم دینگے اور آئندہ خنزیر رکھنے سے لوگون کو روک دینگے۔

آپنے جب دیکھا کہ عام دنیا کو خنزیر پالنے سے روکنا تو ریاست و سیاست کا کام ہے۔ اور حاکم وقت کے سوا کسی سے ممکن نہین ہے۔ اور آپ کا حکم تو خاص کر قادیان کے ایک محلہ مین ہی نہین چلتا۔ حکم کیا کرینگے تو اپنی جان بچانے کی لالے پڑی ہوئی ہیں۔ قادیان مین سہمے چھپے کر زندگی بسر کر رہے ہین۔ دہلی گئے تو پولیس کی پناہ مین رہے۔ پھر آپ مسیح موعود بنین تو کیونکر بنین یہ سوچکر آپنے پہلے احادیث کے معنے کو بگاڑا۔ اور اسکی لائق کردیا کہ آپکے بے علم اتباع کی نظر مین انکا مخالف قرآن ہرتا دکھائی دے۔ اور کہا کہ اس حدیث کے ظاہری معنے یہ ہین کہ حضرت مسیح جنگلون مین خنزیرون کا شکار کھیلتے پھرینگے۔ اور چھڑی (بندوق) اور سانسی (پنجاب مین ایک قوم ہے جو چوہڑون کی طرح مردہ کھاتے ہین) گھنڈ بیلے اور سکھ اور شکاری کتے آپکے ساتھ ہون گے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

نہین کرسکتا

پہر ان معنے کے مخالف قرآن ہونے کے ثبوت مین فرمایا کہ یہ معنے نبی کی اس شان کے برخلاف ہین جو قرآن کریم سے ثابت ہے۔ لہذا یہ حدیث اپنے ظاہری معنے کے رو سے قرآن کریم کے مخالف ہے۔ پھر اسحدیث کے قرآن سے تطبیق کرنے کی غرض سے اسکی یہ تاویل فرمائی کہ اسحدیث مین خنزیر سے خنزیر صفت انسان مراد ہین اور قتل سے انکا مغلوب کرنا۔ اور اس معنے سے یہ حدیث قرآن کے موافق ہوسکتی ہے۔ (دیکھو توضیح مرام صـ۱۳ اور ازالہ صـ۴۱ وغیرہ)۔

اس تاویل و تطبیق قادیانی کو جو لوگ مان چکے ہین وہ قتل خنزیر کے ظاہری معنے پر خوب قہقہہ اُڑا رہے ہین اور تمام مسلمانون کے حق مین جو زمانہ رسالت سے اس وقت تک اسکے ظاہری معنے مراد سمجھتے چلے آئے ہین یہ گمان کر بیٹھے ہین کہ وہ حضرت مسیح کی نسبت خنزیرون کا شکار کھیلنے اور چوہڑون اور چوارون اور کہنڈیلون اور کتون کو ساتھ لیکر جنگلون مین دوڑتے پھرنے کا اعتقاد رکھتے چلے آئے ہین اور اس گمان سے وہ نصوص نبویہ اور قرآنیہ کے ظاہری معنے مراد لینے کو ایک نہایت شرمناک اور غیر مہذبانہ و احمقانہ خیال سمجھنے لگے ہین۔ جسکا عنقریب یہ نتیجہ ظاہر ہوگا کہ وہ آیات حرمت خنزیر مین بہی خنزیر سے خنزیر صفت انسان مراد لینگے۔ اور اصلی خنزیر کو حلال سمجھکر نوش جان فرمائینگے

اس اصول پر وہ نماز و روزہ و حج زکوۃ کی نصوص وہ تاویلین کرینگے جو فتوے صفحہ ۱۴ مین باطنیہ سے منقول ہوئی ہین۔ اسوقت تک تو وہ احادیث کے ظاہری معانی پر قہقہے اوڑا رہے ہین۔ چند روز کے بعد جب اصول تاویل قادیانی انکے خیال مین استحکام کے ساتھ جاگزین ہوگا تو وہ آیات قرآن کے ظاہری